قصیدۂ "بانت سعاد" کا استناد

محمد عزیر صاحب

صحابی رسول کعب بن زہیرؓ کا قصیدۂ "بانت سعاد" عربی کی نعتیہ نظموں میں سب سے زیادہ شہرت و مقبولیت کا حامل ہے، اب تک اس کی بے شمار شرحیں لکھی جا چکی ہیں[1]، متعدد زبانوں میں اس کے ترجمے بھی چھپ چکے ہیں، بہت سے شعرا نے اسی کے بحر و قافیے میں نظمیں کہی ہیں جنھیں اصطلاحاً "معارضات" کہا جاتا ہے۔ اس کے اشعار کی تضمین، تشطیر اور تخمیس کا سلسلہ بھی آج تک جاری ہے[2]۔ اس کے مطبوعہ ایڈیشنوں اور اکثر لائبریریوں میں موجود قلمی نسخوں کا احاطہ نہیں کیا جا سکتا[3]۔ ان سب حقائق کے باوجود بعض علماء کے نزدیک اس کا استناد مشکوک ہے۔ اس مضمون میں اسی پہلو سے بحث کی گئی ہے، اور اس موضوع کی تمام روایات کا جائزہ لے کر حقیقت تک پہنچنے کی کوشش کی گئی ہے۔

یہ امر باعثِ حیرت ہے کہ چوتھی صدی ہجری کے نصفِ اول تک حدیث کی کسی کتاب میں اس قصیدے اور اس کے قصے کا کوئی ذکر نہیں ملتا۔ حدیث کی چھ بنیادی کتابیں، تمام مسانید، مصنفات، جوامع اور سنن اس کے ذکر سے خالی ہیں، جب کہ دیگر شعرائے رسول (حسان بن ثابتؓ، کعب بن مالکؓ، عبداللہ بن رواحہؓ) بلکہ جاہلی شعرا (امیہ بن ابی الصلت وغیرہ) تک کے اشعار و اخبار ان میں ملتے ہیں، اور شعر و شاعری سے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام کے موقف کی ان سے وضاحت ہوتی ہے۔ پھر آخر کعب بن زہیر کے قصے اور قصیدے کی طرف اشارہ ان میں کیوں نہیں؟ کیا محدثین اسے درخورِ اعتنا نہیں سمجھتے تھے؟ یا اس کے استناد میں شک کرتے تھے؟

ادب، تاریخ، سیرت، تذکرہ، فقہ، تصوف، لغت، نحو وغیرہ کی کتابوں میں بڑی چھان بین کے بعد اس قصیدے سے متعلق جو روایتیں (سند کے ساتھ یا بغیر سند کے) مجھے ملیں

ان کا ذکر ذیل میں کیا جاتا ہے :۔

(۱) پہلی روایت (جسے متصل بتایا جاتا ہے) کے مختلف طُرُق اس طرح ہیں :۔

الحجاج بن ذی الرقیبۃ بن عبدالرحمٰن بن کعب بن زہیر، عن أبیہ، عن جدہ

ابراہیم بن المنذر الحزامی

(۱) ابن ابی سعد (۲) عمر بن شبۃ (۳) ابراہیم بن الحسین (ابن دیزیل) (۴) عبداللہ بن عمرو (۵) یحیٰی بن عمر (۶) عبداللہ بن شبیب

اس روایت کی حاکم نے تصحیح کی ہے[10]، ذہبی نے اس پر کوئی کلام نہیں کیا ہے[11]۔ ابن کثیر نے اسے متصل بتایا ہے[12] لیکن اس کی سند میں الحجاج بن ذی الرقیبہ اور ان کے باپ دادا کا کوئی تذکرہ رجال کی کتابوں میں نہیں ملتا، جس سے یہ علم ہو سکے کہ وہ ثقہ تھے یا نہیں۔ عام کتب تاریخ و رجال کے علاوہ جن لوگوں نے خصوصًا "من روی عن أبیہ عن جدہ" پر کتابیں لکھی ہیں انھوں نے بھی ان کا کوئی ذکر نہیں کیا ہے۔ اس طرح محدثین کے نزدیک یہ تینوں مجہول ٹھہرتے ہیں۔ امام حاکم تصحیح کے سلسلے میں متساہل ہیں، علامہ ذہبی کا سکوت تصحیح کو مستلزم نہیں۔ حافظ ابن کثیر کے متصل کہنے کے معنی یہ ہیں کہ یہ روایت ابن اسحاق کی بے سند روایت کے مقابلے میں باسند ہے، لیکن کیا اس سند کے رجال سب ثقہ ہیں؟ اس کا ثبوت محلِ نظر ہے۔ جب تک ان کے حالات نہیں ملتے وہ مجہول رہیں گے، اور روایت ضعیف رہے گی۔ میں نے علامہ البانی سے اس سند کے بارے میں دریافت کیا تو انھوں نے فرمایا: "فیہ جہالۃ" (اس سند میں مجہول راوی ہیں)

اس سند میں ایک اور قابلِ غور بات یہ ہے کہ حجّاج کے دادا عبدالرحمٰن، کعب بن زہیر کے بیٹے بتائے گئے ہیں، ذہبی[13] اور عبدالقادر بغدادی[14] نے بھی اسے عبدالرحمٰن بن کعب کی روایت کہا ہے، مگر انساب کی کتابوں میں عبدالرحمٰن کو عقبۃ المضرّب بن کعب کا بیٹا لکھا گیا ہے[15]۔ اس طرح سند میں عبدالرحمٰن اور کعب کے درمیان عقبۃ کا اضافہ ضروری معلوم ہوتا ہے جیسا کہ چند مآخذ میں ہے[16]۔ حیرت ہے کہ اکثر مآخذ میں سلسلۂ نسب کے اندر عقبہ کا ذکر نہیں ہے۔

اس روایت کے مشمولات کا خلاصہ یہ ہے کہ کعب اور بُجَیر دونوں بھائی ایک سفر پر نکلے، جب ابرق العزّاف نامی جگہ پر پہنچے تو بجیر نے کعب سے کہا کہ تم یہاں ٹھہرو، میں اُس آدمی (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) سے ملنے جاتا ہوں، چنانچہ وہ گئے اور مسلمان ہو گئے۔ کعب کو جب اس کی خبر ہوئی تو چند اشعار کہے جن میں اپنے بھائی کے مسلمان ہونے پر انھیں طعنہ دیا

اور ضمناً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر پر طنز کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو علم ہوا تو بہت ناراض ہوئے اور فرمایا کہ کعب جہاں کہیں ملے اسے قتل کر دیا جائے۔ بجیر نے اس کی خبر بھائی کو دی اور لکھا کہ اب تمہارا بچنا مشکل ہے، اس لیے اگر جان کی خیر چاہتے ہو تو مسلمان ہو جاؤ اور تائب ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آجاؤ وہ معاف فرمادیں گے۔ چنانچہ وہ اسلام لے آئے، اور اپنا قصیدۂ نعتیہ تیار کر کے مدینہ چلے، مسجد نبوی کے باہر اپنی سواری کو بٹھا کر اندر داخل ہوئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام کے ساتھ گفتگو میں مشغول تھے، یہ ان کے پاس جا کر بیٹھ گئے اور کلمۂ شہادت پڑھ کر کہا حضور! امان چاہتا ہوں، انھوں نے پوچھا کون ہو؟ کہا: کعب، فرمایا: وہی جس نے وہ شعر کہا ہے، پھر حضرت ابوبکر کی طرف متوجہ ہوئے، انھوں نے ان کے اشعار سنائے، کعب نے ان میں کچھ تبدیلی کی جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خوش ہوئے۔ پھر کعب نے اپنی نعت (بانت سعاد) آپ کی خدمت میں پیش کی۔

(۲) دوسری روایت جو اس سے زیادہ مفصل ہے، ابن اسحاق (م ۱۵۱ھ) نے اپنی سیرۃ میں عاصم بن عمر بن قتادہ کے حوالے سے نقل کی ہے۔ اکثر مؤلفین نے یہی روایت سیرت، تاریخ، حدیث اور ادب کی کتابوں میں درج کی ہے[۱۸]۔ محدثین کی اصطلاح میں یہ مرسل ٹھہرتی ہے، کیوں کہ عاصم بن عمر تابعی ہیں، انھوں نے جن سے سنا ہے اس کا ذکر نہیں کرتے۔ اس روایت میں بعض باتیں ایسی ہیں جو پچھلی روایت میں مذکور نہیں۔ ایک تو یہ کہ یہ واقعہ طائف سے واپسی (یعنی ۸ھ) کے بعد کا ہے۔ دوم یہ کہ کعب مدینہ آئے تو پہلے قبیلہ جہینہ کے ایک آدمی سے ملے، اس کے ساتھ فجر کی نماز پڑھنے مسجد گئے، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا نام بتایا تو ایک انصاری نے آپ سے ان کے قتل کی اجازت چاہی، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا۔ کعب نے اسی وجہ سے اپنے قصیدہ میں مہاجرین کی تعریف کی ہے، اور انصار پر طنز کیا ہے، اس پر انصار بہت ناراض ہوئے، چنانچہ کعب نے ان کی تعریف میں بھی الگ سے ایک نظم کہی۔

اس روایت میں اشعار کی تعداد ۵۸ ہے جب کہ پچھلی روایت میں ۴۸ ہے۔ ابن اسحاق نے دراصل ۵۱ اشعار ہی ذکر کیے تھے، ابن ہشام نے ان پر سات کا اضافہ کیا ہے[۱۹]۔ اس روایت میں ایک شعر ایسا بھی ہے جس میں محبوبہ کا صریح وصف بیان کیا گیا ہے، دیوان کی دونوں روایتوں، اور دیگر تمام مآخذ میں اس کا کہیں وجود نہیں صرف ابن عبد ربہ[۱۹] اور ابوزید قرشی[۲۰] نے اس کا ذکر کیا ہے، بلکہ مؤخر الذکر کی کتاب (جمہرۃ اشعار العرب)

کے اکثر قلمی نسخوں میں بھی یہ شعر نہیں ہے۔ اس شعر کو دیکھنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ کم از کم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں مسجد نبوی کے اندر اسے پڑھا نہیں گیا ہوگا۔ یہ یقیناً بعد کے راویوں کا اضافہ ہے، شعر یہ ہے:

هَيْفَاءُ مُقْبِلَةً عَجْزَاءُ مُدْبِرَةً
لَا يُشْتَكَى قِصَرٌ مِنْهَا وَلَا طُولُ

(۳) تیسری سعید بن المسیب کی ایک مرسل روایت ہے جسے ابن سلام جُمحی (م ۲۳۱ھ) نے محمد بن سلیمان عن یحییٰ بن سعید الانصاری کے واسطے سے بیان کیا ہے[۲۱] اور ان ہی سے بعد کے مؤلفین نے نقل کیا ہے[۲۲] یہی روایت زبیر بن بکّار (م ۲۵۶ھ) نے بعض اہل المدینہ عن یحییٰ بن سعید کے واسطے سے بیان کی ہے[۲۳] اس میں ہے کہ کعب مدینہ آئے تو حضرت ابوبکرؓ سے ملے، وہی انھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے گئے، پھر معافی اور امان سے سرفراز ہوئے۔ انصار کی ناراضگی کا اس میں بھی ذکر ہے۔ اس روایت میں یہ اضافہ بھی ملتا ہے کہ حضورؐ نے انھیں ایک چادر (بردہ) عطا فرمائی تھی، جسے بعد میں حضرت معاویہؓ نے ان کی اولاد سے خرید لیا تھا پھر اسے خلفاء عیدین اور خاص مواقع پر پہنتے رہے۔ علامہ ابن کثیر نے بُردہ دینے سے متعلق روایت پر تنقید کرتے ہوئے لکھا ہے کہ "یوں تو یہ قصہ بہت مشہور ہے، مگر میں نے اسے کسی معتمد کتاب میں صحیح سند سے نہیں دیکھا ہے، واللہ اعلم"[۲۴]

بردۂ نبوی سے متعلق علامہ احمد تیمور پاشا (م ۱۹۳۰ء) نے مفصل تحقیق کی ہے[۲۵]۔ اور علماء و مورخین کے اقوال اس سلسلے میں نقل کیے ہیں، اور اس اختلاف کا ذکر کیا ہے کہ کیا خلفاء کے پاس موجود بردہ وہی تھا جو کعب کو عطا کیا گیا تھا یا وہ جسے حضور نے اَیلہ والوں کو دیا تھا؟ ابن کثیر کے علاوہ بیہقی اور ذہبی وغیرہ بھی اسے کعب والا بردہ تسلیم کرنے میں تامل کرتے ہیں۔

بعض علماء نے اس قصہ میں حضرت ابوبکرؓ کے بجائے حضرت علیؓ کا ذکر کیا ہے[۲۶] جب کہ پچھلی روایت میں قبیلۂ جہینہ کے ایک آدمی کا ذکر ہے، اور پہلی روایت میں ان میں سے کسی کو ساتھ لینے کا تذکرہ نہیں، بلکہ خود ہی مسجد نبوی جا کر حضور اکرمؐ سے ملاقات کا ذکر ہے۔ ان اختلافات کے ہوتے ہوئے کوئی حتمی بات کہنا مشکل ہے۔

(۴) ایک روایت ابوالفرج الاصبہانی نے عمر بن شبہ سے بلا سند نقل کی ہے[۲۷] وہ کسی کا حوالہ دیے بغیر کہتے ہیں: "وممّا يروى من خبره....." (کعب سے متعلق بیان کیا جاتا ہے...)

یہ روایت نمبر دو سے ملتی جلتی ہے۔ البتہ شروع میں یہ اضافہ ہے کہ کعب کے والد زہیر نے ایک خواب دیکھا کہ ایک آدمی آیا اور اسے اٹھا کر آسمان کی طرف لے گیا، جب اس کے بالکل قریب پہنچا تو اسے چھوڑ دیا اور وہ زمین پر گر گیا، اس کی تعبیر اس نے یہ کی کہ آسمان سے کوئی نئی بات ظاہر ہوگی، اور مرنے سے پہلے اپنے بیٹوں کو وصیت کی کہ اگر ایسا ہو تو اس وحی پر ایمان لانے میں جلدی کرنا چنانچہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی خبر ملی تو دونوں بھائی نکلے اور مذکورہ واقعہ پیش آیا۔

اس تمہید کو ایک افسانے سے زیادہ اہمیت نہیں دی جا سکتی۔ عمر بن شبہ (م ۲۶۲ھ) تیسری صدی سے تعلق رکھتے ہیں، انھوں نے معلوم نہیں کن ذرائع سے یہ حکایت سنی۔ دوسرے مؤرخین نے کعب یا زہیر کے تذکرے میں اس کی طرف کوئی اشارہ نہیں کیا ہے۔

(۵) پانچویں مرسل روایت موسی بن عقبہ (ت ۱۴۱ھ) کی ہے جسے حسب ذیل سند سے بعد کے مؤلفین نے نقل کیا ہے:

موسیٰ بن عقبہ
|
محمد بن فلیح
|
ابراہیم بن المنذر الحزامی[۲۸] — محمد بن اسحاق المسیبی[۲۹]

اس روایت میں قصہ کا تفصیلی ذکر نہیں، صرف اتنا ذکر ہے کہ کعب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا یہ قصیدہ مسجد میں سنایا تھا، قصیدہ سناتے ہوئے جب وہ رسول اور صحابہ کی تعریف والے اشعار پر پہنچے تو حضور نے لوگوں کی طرف اشارہ کیا کہ کعب کے اشعار توجہ سے سنیں۔

(۶) علی بن زید بن جدعان کی ایک مرسل روایت میں بھی صرف اتنا ذکر ہے کہ کعب نے یہ قصیدہ مسجد میں سنایا تھا۔[۳۰] بعض مآخذ میں ہے کہ مسجد حرام (مکہ) میں سنایا تھا مدینہ کی مسجد میں نہیں۔[۳۱] لیکن یہ بات بداہۃً غلط اور ابن اسحاق اور دوسرے تمام راویوں کے بیان کے خلاف ہے۔ ابن جدعان خود بھی ضعیف ہیں۔ اس لیے اگر انھوں نے مسجد حرام کا ذکر کیا ہے تو قابل اعتبار نہیں۔

(۷) اخیر میں ایک روایت ضحاک بن عثمان کی رہ جاتی ہے۔[۳۲] یہ بھی مرسل ہے، اس میں صرف یہ بیان کیا گیا ہے کہ اس قصیدے کے ایک شعر میں قریش کے جس آدمی کی طرف اشارہ کیا گیا ہے وہ حضرت عمرؓ ہیں۔

تمام روایات پر ایک نظر

ان تمام روایات کا جائزہ لینے سے ظاہر ہوتا ہے کہ طبرانی (م ۳۶۰ھ) حاکم (م ۴۰۵ھ) اور بیہقی (م ۴۵۸ھ) سے پہلے محدثین نے اس قصہ اور قصیدے کا ذکر اپنی تالیفات میں نہیں کیا ہے۔ طبرانی نے ابن اسحاق کی روایت نقل کی ہے۔ بعد کے اکثر مورخین، ادبا اور سیرت نگاروں نے بھی اسی روایت کو دہرایا ہے۔ حاکم اور بیہقی وغیرہ نے حجاج بن ذی الرقیبہ کی روایت بھی بیان کی ہے، مگر اس کی سند میں مجہول راویوں کی موجودگی اس کے ضعف کو ظاہر کرتی ہے۔ باقی جن مرسل روایات کا ذکر کیا گیا ہے ان میں بھی واقعہ کے بیان میں اتنا اختلاف ہے کہ صحیح بات کی تعیین نہیں کی جا سکتی۔ جیسا کہ سطورِ بالا میں بعض امور کی طرف اشارہ کیا جا چکا ہے۔

راقم الحروف کا خیال ہے کہ فی الجملہ اس واقعہ کی اصلیت کچھ نہ کچھ ضرور ہے، ورنہ علماء و مورخین اس کثرت سے اس کا ذکر نہ کرتے۔ حجاج بن ذی الرقیبہ کی مرفوع روایت اور دیگر مرسل روایات محدثین کی نظر میں اگرچہ پایۂ ثبوت کو نہیں پہنچتیں، جیسا کہ حافظ عراقی (م ۸۰۶ھ) نے تصریح فرمائی ہے[۳۳]: "هذه القصيدة قد رُوّيناها من طرقٍ لا يصحّ منها شيء وذكرها ابن اسحاق بسند منقطع" (اس قصیدے کی روایت ہم تک متعدد سندوں سے پہنچی ہے، لیکن ان میں سے کوئی بھی صحیح نہیں۔ ابن اسحاق نے اسے منقطع سند سے ذکر کیا ہے)۔ لیکن مجموعی طور پر ان سب سے یہ نتیجہ اخذ کرنا غلط نہ ہوگا کہ کعب نے یہ نعت کہی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سنائی تھی، واقعہ کی تفاصیل جو بھی رہی ہوں، (خواہ وہ اکیلے حضور کے پاس گئے ہوں یا حضرت ابوبکر یا حضرت علی یا قبیلۂ جہینہ کے کسی آدمی کے ساتھ) بہر حال ۸ھ میں کعبؓ اسلام لائے اور مدینہ منورہ آکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ملے تھے۔ عہد نبوی میں کعب کا ذکر صرف اسی قصہ میں ملتا ہے۔ علامہ ابن عبدالبر (م ۴۶۳ھ) فرماتے ہیں[۳۴]: "لا اعلم له في صحبته وروايته غير هذا الخبر" (اس قصہ کے علاوہ مجھے کعب کے صحابی ہونے سے متعلق کسی روایت کا علم نہیں)۔ علی بن المدینی (م ۲۳۴ھ) کہتے ہیں[۳۵]: "لم اسمع في خبر كعب بن زهير حديثاً قطّ أحسن من هذا، ولا أبالي أن لا أسمع من خبره غير هذا" (کعب سے متعلق میں نے اس سے اچھی کوئی حدیث نہیں سنی، مجھے

پرواہ بھی نہیں اگر اس کے علاوہ کچھ نہ سنا ہو)

اس واقعہ کی شہرت کے پیش نظر ابراہیم بن المنذر الحزامی (م ۲۳۶ م) نے اس کی مذکورہ بالا سندیں ایک "جزء" میں جمع کی تھیں جیسا کہ حاکم نے ذکر کیا ہے۔[۲۶] ابن دیزیل (م ۲۸۱ م) نے بھی اپنے "جزء" میں اس کا خصوصی ذکر کیا ہے، اور مختلف سندوں سے اسے نقل کیا ہے۔

اس واقعہ کو صحیح تسلیم کرنے کے بعد تین باتیں بحث طلب رہ جاتی ہیں (۱) ایک تو یہ کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کعب کو چادر (بردہ) عطا فرمائی تھی؟ پچھلے صفحات میں اس سے متعلق روایات کا ذکر اور محققین کے اقوال کی طرف اشارہ کیا جا چکا ہے۔ یہاں صرف اتنا اضافہ کرنا مناسب ہوگا کہ بردہ کا ذکر صرف روایت نمبر۲ میں آیا ہے۔ باقی روایات میں اس کا کوئی تذکرہ نہیں۔ سب سے قدیم ماخذ ابن سلام (م ۲۳۱ م) کی طبقات فحول الشعراء میں اس کے لیے حوالہ ان الفاظ میں ملتا ہے: "زَعَمَ ذٰلِکَ أبَان"[۲۷] (ایسا ابان نے گمان کیا ہے) اس سے اس روایت کے ضعف کی طرف صاف اشارہ ہوتا ہے۔ پھر یہ ابان کون ہیں؟ سلسلۂ سند میں ان کا نام کہیں موجود نہیں۔ علامہ محمود شاکر اس پر حاشیہ لگاتے ہوئے لکھتے ہیں کہ یہ ابان بن عثمان البجلی ہیں۔ غالباً انھوں نے یہ تعیین اس بنا پر کی ہے کہ ابن سلام نے اپنی کتاب میں دوسری (بارہ) جگہوں پر ابان بن عثمان سے روایت کی ہے۔ گویا یہ ابن سلام کے استاد ہیں، ۲۰۰ م میں ان کی وفات ہوئی۔ اس طرح بردہ والی روایت بلا سند ٹھہرتی ہے، اور اس کا سعید بن المسیب کی روایت سے کوئی تعلق نہیں۔

لیکن یہاں دو اشکال پیدا ہوتے ہیں: ایک تو یہ کہ ابن قتیبہ (م ۲۷۶ م) نے تقریباً یہی روایت بلا سند نقل کی ہے، اور اس کے اخیر میں راوی کا نام "ابان بن عثمان بن عفان" بتایا ہے۔[۲۸] ان کی وفات ۱۰۵ م میں ہوئی ہے۔ تو کیا سعید بن المسیب (م ۹۴ م) نے اس ابان سے یہ روایت لی تھی؟

دوم یہ کہ زبیر بن بکار (م ۲۵۶ م) نے سعید بن المسیب سے یہی روایت اپنی سند سے نقل کی ہے، اس میں بردہ کا ذکر ہے،[۲۹] مگر کسی ابان کا نام اس میں نہیں آیا ہے، تو کیا یہ سعید بن المسیب کا قول ہے؟ مگر اس کی سند میں ایک مجہول راوی (بعض اہل المدینہ) کا ذکر ہے، جس سے یہ سند قابل اعتماد نہیں رہتی۔

ان اختلافات کی بنا پر بُردَہ عطا کرنے سے متعلق یہ روایت بہت مشکوک ہو جاتی ہے۔ اور جب تک راوی (خواہ وہ ابان بن عثمان بجلی ہو یا ابان بن عثمان بن عفان یا سعید بن المسیب)

یہ بیان نہ کرے کہ اس تک یہ خبر کس واسطے سے پہنچی ہے اس کا بیان ناقابل اعتبار رہے گا اور حافظ ابن کثیر (م ۷۷۴ھ) نے اس کی جو تضعیف کی ہے[۴۰] وہ قرین قیاس ہوگی۔

بُردہ سے متعلق ایک اور روایت ابوطاہر السِّلَفی (م ۵۷۶ھ) نے "الطیوریات" میں نقل کی ہے، جس میں اصمعی اپنے استاد ابوعمرو بن العلاء (م ۱۵۴ھ) کا قول ذکر کرتے ہیں کہ جب کعب نے اپنا قصیدہ سنایا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی طرف اپنی ایک چادر پھینکی۔[۴۱] اس روایت کی بھی پوری سند کا پتہ نہیں کہ اس کی صحت کا جائزہ لیا جا سکے، اگر ابوعمرو بن العلاء سے اس کا ثبوت مان لیا جائے تب بھی یہ سوال اپنی جگہ باقی رہتا ہے کہ ان تک یہ روایت کس واسطے سے پہنچی۔

متاخرین نے بُردَہ سے متعلق جو کچھ بیان کیا ہے وہ ابن سلّام کی اسی مذکورہ بالا روایت کی تکرار ہے۔[۴۲] ابن سلّام نے تو اس میں شک کا اظہار کیا تھا، مگر دوسروں نے اسے تقریباً صحیح سمجھ لیا، حالانکہ اس کا ثبوت محلِ نظر ہے۔

(۲) دوسرا بحث طلب مسئلہ یہ ہے کہ اس قصیدے کے اشعار کی صحیح تعداد، صحیح ترتیب اور صحیح قرارت (روایت بہ لحاظِ الفاظ) کیا ہے؟ اس مسئلے میں کسی قطعی رائے تک پہنچنا بہت مشکل ہے۔ عربی کی اکثر مشہور (خصوصاً قدیم) نظموں سے متعلق اس سوال کا جواب دینا دشوار ہے، کیونکہ نسخوں کے اختلاف، ان میں تصحیف و تحریف کے در آنے، مختلف روایات اور اسانید کے الگ الگ محفوظ رہنے کے بجائے ان کے آپس میں خلط ملط ہو جانے کی وجہ سے اشعار کی تقدیم و تاخیر، کمی اور زیادتی، اور ان میں الفاظ کی تبدیلی اس حد تک ہو گئی ہے کہ اصلیت کا پتہ چلانا ناممکن نہیں تو سخت مشکل ضرور ہے۔ اس قصیدے کے سلسلے میں جب ہم ان مآخذ کا جائزہ لیتے ہیں جن میں اس کے تمام یا اکثر اشعار موجود ہیں تو ہمیں اس حقیقت کا علم ہوتا ہے کہ اکثر مآخذ نے کم و بیش ابن اسحاق اور ابن ہشام کی روایت کا تتبع کیا ہے۔ ہم پہلے ذکر کر آئے ہیں کہ ابن اسحاق نے ۵۱ اشعار درج کیے تھے، پھر ابن ہشام نے ان پر سات اشعار کا اضافہ کیا،[۴۳] اس طرح کل ۵۸ اشعار ہو گئے۔ ابوزید قرشی (چوتھی صدی ہجری) نے یہی اشعار بے ڈھب ترتیب سے اپنی کتاب[۴۴] میں نقل کیے ہیں۔ ابوالعباس الاحول (تیسری صدی ہجری)[۴۵]، نُوَیری (م ۷۳۳ھ)[۴۶] اور اکثر شارحین قصیدہ مثلاً تبریزی (م ۵۰۲ھ)، ابوالبرکات ابن الانباری (م ۵۷۷ھ) اور ابن ہشام (م ۷۶۱ھ) نے ۵۷ اشعار ذکر کیے ہیں۔ ابن میمون (م ۵۹۷ھ)[۴۷]، ابن سید الناس (م ۷۳۴ھ)[۴۸] اور یوسف بن عبد الہادی

(م ۹۰۹ھ)[۴۹] کے یہاں ابیات کی تعداد ۵۶ ہے۔ ابوسعید سکّری (م ۲۷۵ھ)[۵۰] اور ابن کثیر (م ۷۷۴ھ)[۵۱] نے ۵۴، اور سبکی (م ۷۷۱ھ)[۵۲] نے ۵۲ شعر لکھے ہیں۔

ان تمام لوگوں نے دراصل ابن اسحاق اور ابن ہشام سے اخذ کیا ہے۔ دوسری روایت جسے حجاج بن ذی الرقیبہ (یعنی کعب کے پڑپوتے) نے ابراہیم بن المنذر الحزامی (م ۲۳۶ھ) کو املا کرائی تھی، اس میں اشعار کی تعداد ۴۸ ہے، جیسا کہ ابن دیزیل (م ۲۸۱ھ) نے الحزامی سے نقل کیا ہے[۵۳]۔ حاکم (م ۴۰۵ھ) کے یہاں اسی روایت میں تین اشعار کا اضافہ ہے[۵۴]، مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ اشعار حاکم کی کتاب نقل کرنے والوں نے بڑھا دیے ہیں۔ اس لیے کہ ان کے شاگرد بیہقی (م ۴۵۸ھ) جنھوں نے خود حاکم سے یہ روایت نقل کی ہے تصریح کرتے ہیں کہ اشعار کی تعداد ۴۸ ہے[۵۵]۔ لہٰذا ۴۸ کی تعداد ہی زیادہ صحیح معلوم ہوتی ہے۔ میرے نزدیک یہ روایت ابن اسحاق والی روایت کے مقابلے میں زیادہ قابلِ اعتماد ہے، اس لیے کہ اولاً تو یہ خود شاعر کے خاندان کے ایک آدمی اور ان سے نسبی تعلق رکھنے والے نے املا کرائی ہے، دوم یہ کہ جو اضافے ابن ہشام نے کیے ہیں ان کے لیے کوئی مستند حوالہ دینے کے بجائے وہ صرف "عن غیر ابن اسحاق" کے الفاظ کہتے ہیں۔ سوم یہ کہ ابن ہشام کے یہاں بعض ایسے اشعار ہیں جن کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے مسجد میں پڑھا جانا مستبعد معلوم ہوتا ہے، کیوں کہ ان میں محبوبہ کی صریح تصویر کشی کی گئی ہے۔ ہم ایسے ایک شعر کی پہلے نشاندہی کر چکے ہیں، اور یہ بھی لکھ آئے ہیں کہ دیگر معتمد ماٰخذ میں کہیں بھی یہ شعر موجود نہیں اور نہ ہی دیوان کے دونوں نسخوں (نسخۂ احول و سکّری) میں ہے۔ بعد کے تمام مؤلفین نے ابن ہشام پر اعتماد کرنے کے باوجود قصیدے میں اس شعر کا اندراج نہیں کیا ہے، اور نہ ہی مستند شارحین نے اسے لائقِ توجہ سمجھا۔

ان وجوہ کی بنا پر میں سمجھتا ہوں کہ حجاج بن ذی الرقیبہ کی روایت تعدادِ ابیات اور قراءت و ترتیب کے لحاظ سے زیادہ صحیح ہے، جو دس زائد اشعار ابن ہشام کے یہاں ملتے ہیں وہ بعد کے اضافے ہیں اور ان کی صحت مشکوک ہے، کیونکہ ان کے لیے کوئی حوالہ ابن ہشام نے نہیں دیا ہے۔ عام طور پر متاخرین نے ابن ہشام پر اسی لیے اعتماد کیا ہوگا کہ اس میں اشعار کی تعداد زیادہ ہے۔ انھیں کبھی اس سے بحث کی ضرورت محسوس نہ ہوئی کہ ان زائد اشعار کا ماٰخذ کیا ہے؟ بہت سے لوگوں کو تو حجاج بن ذی الرقیبہ کی روایت ملی بھی نہیں پھر وہ مقابلہ کیا کرتے۔ جنھیں یہ روایت ملی انھوں نے بھی عام طور پر صرف قصہ اور چند ابیات کا ذکر مشتے نمونہ از خروارے

کردیا ہے، مکمل قصیدے کی روایت صرف ابن دیزیل اور حاکم کے یہاں نظر آتی ہے۔ تبریزی اور ابن میمون نے اگرچہ اس سلسلۂ سند سے اپنی روایت کا آغاز کیا ہے، مگر اشعار ابن ہشام ہی سے اخذ کیے ہیں۔ ان ادباء کے یہاں محدثین کی طرح مختلف روایتوں کے درمیان تمیز اور ہر ایک کے اختلاف اور ترتیب کو محفوظ رکھنے کا تصور نہ تھا۔[۶۵] وہ ابن ہشام کے یہاں اشعار کی تعداد زیادہ دیکھ کر خوش ہو گئے اور یا بچک اس سے اصل قصیدہ مع اضافہ نقل کر لیا۔

(۳) تیسرا مسئلہ جو بحث طلب ہے وہ یہ کہ کعب بن زہیر کے اس نعتیہ قصیدے کی شہرت کے اسباب کیا ہیں؟ دیگر نعت گو صحابہ و صحابیات (جن کی تعداد ابن عبدالبر نے اپنی ایک کتاب میں ۱۲۰، اور ابن سید الناس نے اپنی کتاب "منح المدح" میں دو سو کے قریب بتائی ہے)[۶۶] کے نعتیہ قصائد کے مقابلے میں اس کے اندر کون سی ایسی خاص بات تھی جس کی بنا پر شعراء و ادباء نے اسے اتنی اہمیت دی؟ کیا اس کی وجہ یہ تھی کہ اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے مسجد میں پڑھا گیا تھا اور آپ نے اسے پسند فرمایا؟ یا اس قصیدے کا پس منظر کچھ ایسا غیر معمولی ہے جس نے کعب کی شخصیت اور ان کے اس اعتذاریہ قصیدے کو زندہ جاوید بنا دیا؟ یا بُردہ والی روایت اس شہرت کا سبب بنی؟ ممکن ہے ان تمام اسباب نے مل کر اس قصیدے کو انفرادی شان عطا کر دی ہو، مگر جب ہم اس قصیدے پر اس لحاظ سے غور کرتے ہیں کہ اس میں کہاں تک اسلامی افکار و موضوعات کی ترجمانی کی گئی ہے (جیسا کہ حسانؓ، کعب بن مالکؓ اور عبداللہ بن رواحہؓ کی شاعری میں ہے) تو ہمیں صورتِ حال مختلف نظر آتی ہے، ایسا لگتا ہے کہ جاہلی دور کا کوئی شاعر اپنے طرز پر ایک نظم کہہ رہا ہے جس میں تمام افکار و خیالات جاہلی اسلوب میں ادا ہوئے ہیں، پورے قصیدے میں صرف آٹھ اشعار مدحِ رسول و مہاجرین سے متعلق ہیں۔ باقی اشعار اپنی محبوبہ کی تعریف و توصیف (۱۲ شعر) اپنی سواری (اونٹنی) کی تصویر کشی اور سفر کے بیان (۱۹ شعر)، اپنی طرف سے معذرت اور صفائی پیش کرنے (۱۱ شعر) اور شیر کے وصف (۷ شعر) کی نذر ہو گئے ہیں۔ شروع میں غزل و تشبیب کے جو شعر ہیں وہ جاہلی شعراء کے اشعار سے مختلف نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ سب کچھ مسجد میں سن کر غالباً اس لیے سکوت فرمایا کہ کعب نئے نئے مسلمان ہوئے تھے اور اس کی توقع کی جا سکتی تھی کہ ایک عرصہ کے بعد دوسرے شعراء کی طرح ان کی شاعری بھی اسلامی افکار و خیالات کی ترجمان بن جائے گی، چنانچہ انھیں اس وقت ٹوکنا مناسب نہ سمجھا، بلکہ مجموعی طور پر قصیدے کو سراہا اور اپنی پسندیدگی کا اظہار فرمایا۔

اونٹنی کی تعریف بھی طرفہ، نابغہ، زہیر اور دیگر جاہلی شعراء کے یہاں معروف ہے۔ عہد نبوی کے مسلم شعراء (حسّان، کعب بن مالک، عبداللہ بن رواحہ) عموماً اونٹنی اور اس پر سفر کی کہانی نیز محبوبہ کی تعریف و توصیف اور اس کے کھنڈرات کا ذکر اپنے اشعار میں نہیں کرتے، مسلمان ہونے کے بعد شاذ و نادر ہی انھوں نے ان موضوعات پر کچھ کہا ہے۔ اس طرح کعب کے قصیدے کا یہ حصہ بھی جاہلی دور کی شاعری کا نمونہ ہے۔

تیسرا حصہ معذرت خواہانہ ہے، اس میں نابغہ کا رنگ نظر آتا ہے یہاں شاعر نے اپنے خوف، اضطراب، بے چینی اور نفسیاتی کشمکش کی بڑے خوبصورت انداز میں تصویر کشی کی ہے۔ پھر تقدیر کے آگے سپر ڈال کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عفو و درگزر کی امید کے ساتھ مدینہ روانہ ہونے کا ذکر کیا ہے۔ یہیں چند اشعار میں ایک خوفناک شیر کا نقشہ بھی اس مناسبت سے کھینچا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خوف و ہیبت کی تمثیل کے لیے انھیں اس سے زیادہ کوئی مناسب صورت نظر نہ آئی۔

آخری آٹھ اشعار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مہاجرین کی تعریف میں ہیں۔ ان میں صرف ایک شعر ایسا ہے جسے خالص نعتِ نبوی کہہ سکتے ہیں، یعنی:

ان الرسول لسیفٌ یُستَضاءُ بہ
مُہنّدٌ من سیوف اللہِ مسلولُ

اس کے بعد مہاجرین کے ذکر میں ایک شعر ہے، پھر ان کی تعریف و توصیف کی گئی ہے، اس سلسلے میں جن امور کا ذکر شاعر نے کیا ہے (مثلاً جنگ میں اسلحہ سے لیس اور ناقابلِ تسخیر ہونا، بے مثال شجاعت و بہادری وغیرہ) وہ سب جاہلی شعراء کے یہاں مشہور ہیں۔

پوری نظم پر ایک نظر ڈالنے سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ اس میں نعت و مدح کے اشعار نے کے قریب ہیں، باقی تشبیب و غزل، سفر کی کہانی، اونٹنی اور شیر کی تصویر نیز اپنی معذرت اور صفائی پیش کرنے سے متعلق ہیں۔ اسلامی اثرات بس چند ہی اشعار سے ظاہر ہوتے ہیں جن میں قرآن مجید کا تذکرہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح، آپ کے عفو و درگزر کا ذکر اور تقدیر کی طرف اشارہ ہے۔ ان کے علاوہ پورے قصیدہ پر جاہلی رنگ غالب ہے۔

بہرحال اس قصیدے کو جو شہرت حاصل ہوئی اس میں اس کے افکار و موضوعات کا کوئی دخل نہیں۔ شاعر نے جس خوف و اضطراب کی حالت میں اسلام قبول کیا تھا اس نے

اسے اسلامی زندگی کی تصویر، رحمۃ للعالمین کے احسانات، قرآن مجید کے اعجاز اور توحید کے اثرات بیان کرنے کا موقع نہ دیا۔ اس واقعہ کے بعد پھر ان کا ذکر عہد نبوی میں کہیں نہیں آتا، جب کہ ان کے بھائی بُجیر فتح مکہ، غزوۂ حنین اور واقعۂ طائف ہر موقع پر حاضر تھے، اور ان کی مناسبت سے اسلامی نظمیں بھی کہتے رہے[۵۵]

قصیدۂ "بانت سعاد" کی اپنی تاریخی اہمیت ہے، عربی، فارسی، ترکی اور اردو کی نعتیہ شاعری نے اس کا بڑا اثر قبول کیا ہے اس کا ایک خاص وصف یہ ہے کہ یہ بعد کی اکثر غلو آمیز نعتیہ نظموں سے مختلف ہے جن میں زمین و آسمان کے قلابے ملائے گئے ہیں۔ نعت و مدح کے جو چند شعر کعب نے سادگی کے ساتھ کہہ دئے ہیں وہ ان نعت گویوں کے بس کی بات نہ تھی، اسی لیے انھوں نے مبالغہ آمیزی کا سہارا لیا، اور یہ سمجھا کہ جب تک وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مالک کونین، صاحب "لولاک"، ذات نوری اور عالم الغیب وغیرہ اوصاف سے متصف نہیں کرتے نعت گوئی کا حق ادا نہیں ہوتا !! ان لوگوں کو قصیدۂ "بانت سعاد" اور حضرت حسانؓ، کعب بن مالکؓ اور عبداللہ بن رواحہؓ وغیرہ کی نعتیہ نظموں سے سبق حاصل کرنا چاہیے۔

حواشی

[۱] دیکھئے: کشف الظنون ۱۳۲۹/۲ - ۱۳۳۰، بروکلمان: تاریخ الادب العربی (عربی ترجمہ) ۱۵۸/۱ - ۱۶۰، سزگین: تاریخ التراث العربی (عربی ترجمہ) ۲۱۳/۱/۲ — ۲۱۹۔

[۲] دیکھئے: محمد بن سعد بن حسین: المعارضات فی الشعر العربی (ریاض ۱۹۸۰) ص ۱۵۴ - ۱۷۴، محمد محمود قاسم نوفل: تاریخ المعارضات فی الشعر العربی (بیروت ۱۹۸۳) ص ۱۵۵ - ۱۶۱، یوسف النبہانی نے ایسے بہت سے قصائد اپنی کتاب المجموعۃ النبہانیۃ فی المدائح النبویۃ (بیروت ۱۹۷۴) میں جمع کیے ہیں۔ نیز ملاحظہ ہو: زکی مبارک: المدائح النبویۃ (قاہرہ ۱۹۳۵)۔

[۳] سرکیس: معجم المطبوعات العربیۃ والمعربۃ ص ۱۵۶۲، رینہ باسیہ کا فرانسیسی ترجمہ "بانت سعاد" (الجزائر ۱۹۱۰) مقدمہ ص ۹-۱۳، بروکلمان ۱۵۷/۱ - ۱۵۸

[۴] اس سند سے ابو احمد العسکری (م ۳۸۲ ھ) نے "المصون فی الادب" ص ۱۹۴ — ۱۹۷ میں روایت کی ہے۔

[۵] دیکھئے: ثعلب (م ۲۹۵ ھ) کی "مجالس" ص ۳۴۰ - ۳۴۱، ابو الفرج الاصبہانی (م ۳۵۶ ھ): الاغانی ۸۶/۱۷ - ۸۷، الاغانی سے عبد القادر بغدادی (م ۱۰۹۳ ھ) نے حاشیہ علی شرح بانت سعاد

۱/۵۶ میں نقل کیا ہے۔

۶ ابن دیزیل (م ۲۸۱ھ) نے اپنے "جزء" (مخطوطہ مکتبہ احمدیہ حلب) ورق ۱۸۶/ب - ۱۹۱/ب میں روایت کی ہے، ان ہی کی سند سے حاکم (م ۴۰۵ھ) نے المستدرک ۳/۵۷۹-۵۸۲ میں، اور حاکم سے بیہقی (م ۴۵۸ھ) نے السنن الکبریٰ ۱۰/۲۴۳-۲۴۴ و دلائل النبوۃ ۵/۲۰۷-۲۱۰ میں روایت کی ہے۔ ابن کثیر (م ۷۷۴ھ) نے دلائل النبوۃ سے البدایہ والنہایہ ۴/۳۷۱ ب ۳۷۲ میں نقل کیا ہے۔ حافظ ابن حجر (م ۸۵۲ھ) نے الاصابہ ۳/۲۹۵ میں جزء ابن دیزیل کی روایت کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اور یوسف بن عبدالہادی (م ۹۰۹ھ) نے الارشاد الیٰ اتصال بانت سعاد کی الاسناد" (مخطوطہ ظاہریہ) ورق ۶۲/ب میں ابن دیزیل تک اپنی سند دی ہے۔ سیوطی (م ۹۱۱ھ) نے حاکم اور بیہقی سے شرح شواہد المغنی ۲/۵۲۴-۵۲۵ میں نقل کیا ہے اور سیوطی سے عبدالقادر بغدادی نے شرح ابیات مغنی اللبیب ۴/۲۰۰-۲۰۱ میں۔ اور غالباً سیوطی ہی سے ملا علی قاری (م ۱۰۱۴ھ) نے اپنی شرح "فتح باب الاسعاد" (مخطوطہ ام القری) کے مقدمہ میں۔ مرتضیٰ زبیدی (م ۱۲۰۶ھ) نے اتحاف السادۃ المتقین ۶/۷۷۴ میں بیہقی کی روایت درج کی ہے۔ راقم الحروف نے ابن دیزیل کی اس روایت کو نسخہ حلب، اور نسخہ دارالکتب الظاہریہ دمشق (جو "اسلام کعب بن زہیر و قصیدتہ" کے نام سے ہے، اور علامہ محمد ناصر الدین البانی نے اسے اپنی فہرست (المنتخب من مخطوطات الحدیث) ص ۲۸ میں غلطی سے ابن بشران (م ۴۳۰ھ) کی تالیف بتایا ہے) کی بنیاد پر ایڈٹ کیا ہے)

۷ اس سند کے لیے دیکھئے: الخطیب التبریزی (م ۵۰۲ھ): شرح قصیدۃ بانت سعاد ص ۱۰، ابن عقیل (م ۵۱۳ھ): شرح بانت سعاد (مخطوطہ برلن ۷۴۹۱/۵) مقدمہ، ابن خیر (م ۵۷۵ھ) فہرست ما رواہ ص ۴۰۰-۴۰۱، ابوالبرکات ابن الانباری (م ۵۷۷ھ): شرح بانت سعاد ص ۸۶-۸۷، ۸۸، محمد بن مبارک بن میمون (م ۵۹۷ھ): منتہی الطلب ۱/ورق ۶/أ-۷/أ (مخطوطہ ترکی)۔ ابن ہشام (م ۷۶۱ھ) نے شرح بانت سعاد ص ۲۳ اور السفارینی (م ۱۱۸۸ھ) نے غذاء الالباب ص ۱۵۵ میں اس روایت اور ابن اسحاق کی روایت (جس کا ذکر آگے آرہا ہے) دونوں کو خلط ملط کر دیا ہے۔

۸ دیکھیے: ابن ابی عاصم (م ۲۸۷ھ): الآحاد والمثانی ورق ۲۹۵/ب (مخطوطہ ترکی)، ابونعیم (م ۴۳۰ھ) معرفۃ الصحابۃ (حرف الکاف) (مخطوطہ فیض اللہ ۱۵۴۷)۔ ابن حجر (م ۸۵۲ھ) نے الاصابہ ۳/۲۹۵ میں ابن ابی عاصم سے نقل کیا ہے۔

۹ اس سند کے لیے دیکھیے: یوسف بن عبدالہادی (م ۹۰۹ھ): الارشاد الی اتصال بانت سعاد نر کی

الاسناد، ورق ۶۲/ب   ۱۰ه المستدرک ۳/۵۸۳

۱۱ه تلخیص المستدرک ۳/۵۷۸-۵۸۰   ۱۲ه البدایہ والنہایہ ۴/۳۷۱

۱۳ه تلخیص المستدرک ۳/۵۷۸   ۱۴ه شرح ابیات مغنی اللبیب ۴/۲۰۰

۱۵ه دیکھئے: ابن حزم: جمہرۃ انساب العرب ص ۲۰۱، اس میں حجاج کا سلسلۂ نسب اسی طرح ہے، اور اسے شاعر بتایا گیا ہے۔

۱۶ه مجالس ثعلب ص ۳۴۰، المصون فی الادب للعسکری ص ۱۹۴، الاغانی ۱۷/۸۶

۱۷ه جن لوگوں نے ابن اسحاق تک اپنے سلسلۂ سند سے یہ روایت درج کی ہے وہ یہ ہیں:

ابن ہشام (م ۲۱۳ھ) : السیرۃ النبویۃ ۲/۵۰۱ - ۵۱۵

ابوسعید السکری (م ۲۷۵ھ) : دیوان کعب بن زہیر ص ۳ - ۲۵

طبرانی (م ۳۶۰ھ) : المعجم الکبیر ۱۹/۱۷۶ - ۱۷۹

حاکم (م ۴۰۵ھ) : المستدرک ۳/۵۸۳ - ۵۸۶

بیہقی (م ۴۵۸ھ) : دلائل النبوۃ ۵/۲۱۱

ابن جابر الوادی آشی (م ۷۴۹ھ) : برنامج ص ۲۲۰

سبکی (م ۷۷۱ھ) : طبقات الشافعیۃ ۱/۱۲۱ - ۱۲۷ (طبع اول)

یوسف بن عبد الہادی (م ۹۰۹ھ) : الارشاد ورق ۶۳/آ - ۶۷/آ

ان کے علاوہ جنھوں نے ابن اسحاق یا ابن ہشام سے نقل کیا ہے (خواہ ماخذ کا ذکر کیا ہو یا نہ کیا ہو) وہ یہ ہیں : ابوالعباس الاحول (تیسری صدی) : دیوان کعب بن زہیر (مخطوطۂ ترکی) مقدمہ

ابن حزم (م ۴۵۶ھ) : جوامع السیرۃ ص ۲۴۹

ابن رشیق (م ۴۶۳ھ) : العمدۃ ۱/۲۲ - ۲۴

ابن عبد البر (م ۴۶۳ھ) : الاستیعاب ۳/۲۹۷ - ۲۹۹، و الدرر ص ۲۲۵

ابن الاثیر (م ۶۳۰ھ) : الکامل ۲/۱۸۶ - ۱۸۹، و اسد الغابۃ ۴/۴۷۵ - ۴۷۶

الکلاعی (م ۶۳۴ھ) : الاکتفاء (قاہرہ ۱۹۷۰) ۲/۳۶۵ - ۳۷۱

النووی (م ۶۷۶ھ) : تہذیب الاسماء واللغات ۲/۶۷

ابن تیمیہ (م ۷۲۸ھ) : الصارم المسلول (حیدرآباد ۱۳۲۲ھ) ص ۱۴۳ - ۱۴۵

ابن سید الناس (م ۷۳۴ھ) : عیون الاثر ۲/۲۰۸ - ۲۱۵

ابن القیم (م ۷۵۱ھ) : زاد المعاد ۳/ ۵۲۰ــــ ۵۲۵

ابن ہشام (م ۷۶۱ھ) : شرح بانت سعاد ص ۳۳

ابن کثیر (م ۷۷۴ ھ) : البدایہ والنہایۃ ۴/ ۳۶۷ ــ ۳۷۱

الہیثمی (م ۸۰۷ ھ) : مجمع الزوائد ۹/ ۳۹۳ــ ۳۹۴

المقریزی (م ۸۴۵ھ) : امتاع الاسماع ۱/ ۴۹۴

ابن حجر (م ۸۵۲ ھ) : الاصابۃ ۳/ ۲۹۶

السیوطی (م ۹۱۱ھ) : شرح شواہد المغنی ۲/ ۵۲۶، وکُفۃ المراد (مخطوطۂ ظاہریہ) مقدمہ

طاش کبری زادہ (م ۹۶۸ھ) : مفتاح السعادۃ ۱/ ۲۵۰

ملا علی قاری (م ۱۰۱۴ھ) : فتح باب الاسعاد (مخطوطۂ ام القری) : مقدمہ

نورالدین الحلبی (م ۱۰۴۴ھ) : انسان العیون ۳/ ۲۴۲

عبدالقادر بغدادی (م ۱۰۹۳ھ) : شرح ابیات مغنی اللبیب ۴/ ۲۰۱

۱۸ھ سیرۃ ابن ہشام ۲/ ۵۱۴ ۱۹ھ العقد الفرید ۵/ ۲۸۸

۲۰ھ جمہرۃ اشعار العرب (تحقیق : محمد علی ہاشمی) ۲/ ۷۹۰

۲۱ھ طبقات فحول الشعراء (تحقیق : محمود شاکر) ص ۹۹ ــ ۱۰۳

۲۲ھ دیکھئے : ابن قتیبہ (م ۲۷۶ھ) : الشعر والشعراء (تحقیق : احمد شاکر) ص ۱۳۱-۱۳۲، ۱۵۴-۱۵۵

- ابن درید (م ۳۲۱ ھ) : شرح بانت سعاد (مخطوطۂ برلن ۷۴۸۹) : مقدمہ

- ابو حاتم الرازی (م ۳۲۲ھ) : الزینہ ۱/ ۱۰۴ - ۱۰۶

- نفطویہ (م ۳۴۷ ھ) : شرح بانت سعاد (جیساکہ عبدالقادر بغدادی نے حاشیہ شرح بانت سعاد ۱/ ۶۶- ۶۷ میں ذکر کیا ہے) ــ ابو احمد العسکری (م ۳۸۲ھ) : المصون فی الادب ص ۱۹۷ــ ۱۹۸

- ابوالبرکات ابن الانباری (م ۵۷۷ھ) : شرح قصیدۃ بانت سعاد ص ۸۲ ــ ۸۶

ــ ابن الجوزی (م ۵۹۷ھ) : الوفا باحوال المصطفیٰ ص ۲۵۹ ــ ۲۶۰

ــ سیوطی (م ۹۱۱ ھ) : شرح شواہد المغنی ۲/ ۵۲۶ - ۵۲۷

۲۳ھ دیکھئے : ابن قانع : معجم الصحابۃ مخطوطۂ کوبرلی ۵۲۴) ورق ۱۵۱/ آ- ابن حجر نے الاصابۃ ۳/ ۲۹۵- ۲۹۶ میں اس روایت کا ذکر ہے۔ ۲۴ھ البدایہ والنہایۃ ۴/ ۳۷۳

۲۵ھ دیکھئے : الآثار النبویۃ (قاہرہ ۱۹۷۱ء) ص ۲۴ ــ ۳۰

۲۶ دیکھئے: عبدالقادر بغدادی: حاشیہ شرح بانت سعاد ۱/ ۶۶-۶۷

۲۷ دیکھئے: الاغانی ۱۷/ ۸۸-۹۱، ابن ہشام: شرح بانت سعاد (مقدمہ) سیوطی: شرح شواہد المغنی ۲/ ۵۲۶، و "کنہ المراد" (مقدمہ) عبدالقادر بغدادی: شرح أبیات مغنی اللبیب ۴/ ۲۰۲، خزانۃ الادب ۴/ ۱۲۔

۲۸ ان سے ابراہیم بن الحسین (ابن دیزیل) نے اپنے "جزء" ورق ۱۹۱/ ب میں نقل کیا ہے پھر اسی سے المستدرک ۳/ ۵۸۲-۵۸۳، السنن الکبریٰ ۱۰/ ۲۴۴، دلائل النبوۃ ۵/ ۲۱۱، شرح شواہد المغنی ۲/ ۵۲۵، شرح ابیات مغنی اللبیب ۴/ ۲۰۱ میں منقول ہے۔ ثعلب نے اپنی مجالس ص ۳۴۲ میں بھی ابراہیم بن المنذر کی سند سے یہ روایت درج کی ہے۔ ابن عبدالبر نے الاستیعاب ۳/ ۲۹۹ اور ابن کثیر نے البدایۃ والنہایۃ ۴/ ۳۷۲ میں بھی موسیٰ بن عقبہ کی روایت کا ذکر کیا ہے۔

۲۹ الاغانی ۱۷/ ۸۷-۸۸ میں ابراہیم بن المنذر اور محمد بن اسحاق دونوں کے واسطے سے یہ روایت نقل ہوئی ہے۔

۳۰ ابن ہشام نے السیرۃ النبویہ ۲/ ۵۱۵ میں بلا سند درج کی ہے۔ سند کے ساتھ یہ حسب ذیل مآخذ میں ہے: جزء ابن دیزیل ورق ۱۹۱/ أ، مجالس ثعلب ص ۳۴۱-۳۴۲، الاغانی ۱۷/ ۹۱، المستدرک ۳/ ۵۸۲، دلائل النبوۃ ۵/ ۲۱۱، البدایۃ والنہایہ ۴/ ۳۷۳۔ سیوطی نے شرح شواہد المغنی ۲/ ۵۲۵ اور عبدالقادر بغدادی نے شرح ابیات مغنی اللبیب ۴/ ۲۰۱ میں ان ہی مآخذ سے نقل کیا ہے۔

۳۱ مجالس ثعلب ۳۴۱-۳۴۲، الاغانی ۱۷/ ۹۱

۳۲ دیکھئے: مجالس ثعلب ص ۳۴۲، الاغانی ۱۷/ ۹۱

۳۳ دیکھئے: نیل الاوطار ۲/ ۱۶۸ ۳۴ دیکھئے: الاستیعاب ۳/ ۲۹۸

۳۵ الاغانی ۱۷/ ۸۸ ۳۶ المستدرک ۳/ ۵۸۳

۳۷ طبقات فحول الشعراء ص ۱۰۳ ۳۸ الشعر والشعراء ص ۱۵۵

۳۹ دیکھئے: ابن قانع: معجم الصحابۃ ورق ۱۵۱/ أ، ابن حجر: الاصابہ ۳/ ۲۹۶

۴۰ البدایہ والنہایہ ۴/ ۳۷۳ ۴۱ سیوطی نے اس روایت کا ذکر تاریخ الخلفاء ص ۱۹ میں کیا ہے۔

۴۲ دیکھئے: الزجاجی (م ۳۴۰ھ): اخبار ابی القاسم الزجاجی ص ۲۲۶، الماوردی (م ۴۵۰ھ): الاحکام السلطانیۃ ص ۱۵۳، ابو اسحاق الشیرازی (م ۴۷۶ھ): المہذب ۲/ ۳۲۸، القلقشندی (م ۸۲۰ھ): مآثر الانافۃ فی معالم دار الخلافۃ ۲/ ۲۳۳-۲۳۴، وصبح الاعشیٰ ۳/ ۲۶۹۔ دیگر حوالوں

کے لیے دیکھئے حاشیہ نمبر ۲۲ و ۲۳

۴۳ دیکھئے: سیرۃ ابن ہشام ۲/۵۰۳-۵۱۴ ۴۴ جمہرۃ اشعار العرب ۲/۷۸۹ - ۷۹۹

۴۵ دیکھئے: دیوان کعب بن زہیر (نسخۂ ترکی) پہلا قصیدہ۔

۴۶ نہایۃ الادب ۱۶/۴۳۱ — ۴۳۸ ۴۷ منتہی الطلب ۱/ ورق ۶/أ — ۷/ب (نسخۂ ترکی)

۴۸ عیون الاثر ۲/۲۰۸ — ۲۱۵

۴۹ الارشاد الی اتصال بانت سعاد بزکی الاسناد ورق ۶۵/أ — ۶۷/أ (نسخۂ ظاہریہ)

۵۰ دیوان کعب بن زہیر (قاہرہ ۱۹۵۰) ص ۳ — ۲۵

۵۱ البدایۃ والنہایۃ ۳/۳۶۶ — ۳۷۱ ۵۲ طبقات الشافعیہ ۱/۱۲۳ — ۱۲۷

۵۳ جزء ابن دیزیل ورق ۱۸۷/أ — ۱۹۱/أ (نسخۂ حلب)، نیز دیکھئے: "اسلام کعب بن زہیر وقصیدتہ" (نسخۂ ظاہریہ) ۵۴ المستدرک ۳/۵۸۰ — ۵۸۱

۵۵ السنن الکبری ۱۰/۲۴۴

۵۶ حاکم نے المستدرک ۳/۵۸۴ میں ابن اسحاق کے یہاں زائد ابیات کی نشاندہی کی ہے۔ بیہقی نے دلائل النبوۃ ۵/۲۰۹ — ۲۱۰ میں حجاج بن ذی الرقیبہ اور ابن اسحاق کی روایتوں کے درمیان الفاظ کے اختلاف کا ذکر کیا ہے، اور ایسے دس اشعار کی تفصیل دی ہے۔

۵۷ دیکھئے: الصفدی: الوافی بالوفیات ۱/۹۳، ابن حجر: فتح الباری ۱۰/۵۳۹

۵۸ دیکھئے: سیرۃ ابن ہشام ۲/۴۲۵ — ۴۲۶، ۴۵۹، ۴۸۷

عورت اور اسلام
مولانا سید جلال الدین عمری

عورت کے بارے میں اسلام کا کیا نقطۂ نظر ہے، خاندان میں ماں بیوی اور بیٹی کی حیثیت سے اس کا کیا مقام ہے علم وعمل کے میدان میں اس نے کیا خدمات انجام دی ہیں؟ ان تمام موضوعات پر مصنف نے بڑے علمی اور تحقیقی انداز میں بحث کی ہے۔ قیمت ۸ روپے

ادارۂ تحقیق نے اس اہم کتاب کا انگریزی ترجمہ WOMAN AND ISLAM کے عنوان سے شائع کیا ہے۔ تحقیقات اسلامی کا سائز، خوبصورت گٹ اپ، صفحات ۱۰۴۔ قیمت -/۲۵

اس کا ہندی ترجمہ بھی شائع ہو چکا ہے۔

ملنے کے پتے: ادارۂ تحقیق۔ پان والی کوٹھی۔ دودھ پور۔ علی گڑھ
مرکزی مکتبہ اسلامی۔ بازار چتلی قبر۔ دہلی ۶